AL-'MUSLIM https://almuslim.pk/about-the-journal
(July-Dec 2024), 1:1(42-60)

اسلامی فکری روایت میں تنوع اور اعتدال: ایک تنقیدی جائزہ

Diversity and Moderation in Islamic Intellectual Tradition: A Critical Review

Hassan Razi Rizvi
M.Phil Islamic Studies Scholar, MY University, Islamabad

Keywords: Sectarianism, socio-religious issue, political agendas, reformers, peaceful

Abstract: Sectarianism is a deeply rooted and multifaceted socio-religious issue that has influenced the Islamic world for centuries. This research investigates sectarianism in both its religious and socio-political dimensions, tracing its causes in historical, jurisprudential, cultural, and economic contexts. Sectarian divisions have led to significant challenges within Muslim societies, including weakened social cohesion, intercommoned tension, and the obstruction of collective development.

The study adopts a neutral and analytical approach, aiming to understand the foundational causes and dynamics of sectarianism. It examines how sectarian identities are formed, reinforced, and sustained through theological disputes, political agendas, economic disparities, and cultural narratives. Special attention is given to the role of modern factors such as media influence and identity politics in deepening these divides.

A major objective of this research is to explore the intellectual rebuttal to sectarianism.

This includes reviewing efforts by Muslim scholars, reformers, and social activists who have worked towards inter-sect unity, interfaith harmony, and conflict resolution. Their contributions—whether through academic discourse or grassroots initiatives—are analyzed to extract meaningful insights and strategies. Rather than promoting any specific ideology, this study aims to initiate an inclusive and scholarly conversation around the nature of sectarian conflict and the prospects for unity. It aspires to provide fresh pathways for understanding and mitigating sectarianism, ultimately contributing to a more cohesive, peaceful, and harmonious Muslim society.

Hassan Razi Rizvi, (2024). ***The Foundations of Sectarianism and Its Intellectual Refutation: A Research Study,*** *Al-'Muslim Research Journal of Islamic Social Sciences,* 1(1)

[1] Corresponding author: hasanrizvi23@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Muslim Journal of Social Sciences*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

فرقہ واریت ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی سماجی و مذہبی مظہر ہے جو انسانی معاشروں کو صدیوں سے متاثر کرتا رہا ہے۔ یہ صرف مذہب تک محدود نہیں بلکہ اس کی جڑیں سیاست، ثقافت، معیشت اور شناخت کے گہرے تصورات میں پیوست ہوتی ہیں۔ اسلامی دنیا میں فرقہ واریت نے خاص طور پر شدید تقسیمات پیدا کی ہیں، جس کے نتیجے میں سماجی ہم آہنگی متاثر ہوئی ہے، تنازعات کو فروغ ملا ہے، اور اجتماعی ترقی میں رکاوٹیں کھڑی ہوئی ہیں۔ یہ تحقیقی مطالعہ فرقہ واریت کی بنیادوں کا غیر جانبدارانہ اور پیشہ ورانہ جائزہ لینے کی کوشش کرے گا۔ ہم ان محرکات اور عوامل کو سمجھنے کا ہدف رکھتے ہیں جو فرقہ وارانہ تقسیم کو جنم دیتے اور انہیں تقویت دیتے ہیں۔ اس میں نہ صرف تاریخی، مذہبی اور فقہی اختلافات کو دیکھا جائے گا بلکہ سماجی، سیاسی اور معاشی عوامل کا بھی گہرائی سے تجزیہ کیا جائے گا جو فرقہ وارانہ شناختوں کو مضبوط کرتے ہیں اور تناؤ کا باعث بنتے ہیں۔ اس مطالعے کا ایک اہم حصہ فرقہ واریت کا فکری رد تلاش کرنا ہے۔ ہم ان علمی، مذہبی اور سماجی کاوشوں کا جائزہ لیں گے جو فرقہ وارانہ تقسیم کو کم کرنے اور افہام و تفہیم کو فروغ دینے کے لیے کی گئی ہیں۔ اس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء، دانشوروں اور سماجی کارکنوں کے نقطہ نظر کا غیر جانبدارانہ تجزیہ شامل ہوگا، جنہوں نے اتحاد بین المسلمین اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے عملی اقدامات کیے یا فکری بنیادیں فراہم کیں۔ اس تحقیق کا مقصد کسی ایک فرقے یا نقطہ نظر کی تائید کرنا نہیں، بلکہ فرقہ واریت کے اسباب اور اس کے ممکنہ حل پر ایک جامع اور غیر جانبدارانہ علمی مکالمہ شروع کرنا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مطالعہ فرقہ وارانہ تنازعات کو سمجھنے، ان کی شدت کو کم کرنے اور ایک پرامن و ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے نئی راہیں ہموار کرے گا۔ فرقہ واریت عصر حاضر کے ان چیلنجز میں سے ہے جو عالمی سطح پر امن و امان، سماجی استحکام اور ترقی کے لیے ایک سنگین رکاوٹ بن چکا ہے۔ اسلامی دنیا خاص طور پر اس کے شدید اثرات سے دوچار ہے، جہاں داخلی تقسیمات نہ صرف مذہبی ہم آہنگی کو متاثر کر رہی ہیں بلکہ سیاسی عدم استحکام اور معاشی پسماندگی کا بھی باعث بن رہی ہیں۔ اسی تناظر میں، فرقہ واریت کی بنیادوں کو سمجھنا اور اس کا فکری رد تلاش کرنا آج کے دور کی اشد ضرورت بن چکا ہے۔

اس موضوع پر تحقیق کی اہمیت سب سے پہلے سماجی ہم آہنگی کے فروغ سے واضح ہوتی ہے، کیونکہ فرقہ واریت معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کرتی ہے، افراد کے درمیان عدم اعتماد پیدا کرتی ہے، اور باہمی نفرتوں کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس کے بعد یہ تصادم کے خاتمے اور امن کے قیام کے لیے بھی ناگزیر ہے، کیونکہ فرقہ واریت اکثر تشدد کا روپ دھار لیتی ہے جس سے جان و مال کا نقصان ہوتا ہے۔ اس کی بنیادوں کو سمجھنے سے تنازعات کی وجوہات کا ادراک ہوتا ہے، جس سے ان کے خاتمے اور پائیدار امن کے قیام کی راہیں ہموار ہوتی

ہیں۔مزید برآں، یہ دینی و فکری بصیرت فراہم کرتی ہے، کیونکہ فرقہ واریت کی جڑیں بسااوقات مذہبی نصوص کی غلط تعبیرات میں پیوست ہوتی ہیں۔اس پر فکری تحقیق صحیح دینی بصیرت فراہم کرتی ہے جو مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو پروان چڑھاتی ہے۔ یہ امت مسلمہ کی مضبوطی کے لیے بھی کلیدی ہے، کیونکہ امت کی تقسیم اور کمزوری میں فرقہ واریت کا گہرا کردار ہے۔ اس پر جامع تحقیق امت کو اس کے مشترکہ مقاصد اور اقدار کی طرف واپس لانے میں مدد دے سکتی ہے، جس سے اس کی اجتماعی قوت میں اضافہ ہوگا۔ آخر میں، کئی ممالک میں فرقہ وارانہ کشیدگی سیاسی عدم استحکام کا سبب بنتی ہے، اس لیے فرقہ واریت کی سیاسی جہتوں کو سمجھنے سے حکومتوں اور اداروں کو زیادہ مؤثر پالیسیاں بنانے میں مدد ملتی ہے۔

موضوع پہ سابقہ کام کا تحقیقی کام

ذیل میں فرقہ واریت کے موضوع پر چند اہم تحقیقی کاوشوں کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے:

- **"فرقہ واریت کے خاتمے میں مساجد کا کردار: پاکستانی تناظر میں ایک جائزہ" (مقصود احمد و محمد امین)** : یہ ایم فل مقالہ The University of Lahore, لاہور کے لیے پیش کیا گیا تھا، اور یہ پاکستان میں مساجد کے ذریعے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے فروغ اور منافرت کے خاتمے کے کردار کا جائزہ لیتا ہے۔
- **"پاکستان میں فرقہ واریت، حکومتی اقدامات کا تجزیاتی مطالعہ" (صائمہ ارشاد و محمد زید لکھوی)** : یہ ایم فل مقالہ OU, اوکاڑہ کے لیے پیش کیا گیا تھا، اور یہ پاکستان میں فرقہ واریت کو قابو کرنے کے لیے حکومتی پالیسیوں اور اقدامات کا تجزیہ کرتا ہے، اور ان کی کامیابیوں و ناکامیوں کا جائزہ لیتا ہے۔
- **"عصرِ حاضر میں فرقہ پرستی کے خاتمے کے لیے مثبت تجاویز" (غفور احمد و امان اللہ خان)** : یہ ایم اے مقالہ University of the Punjab, لاہور کے لیے پیش کیا گیا تھا، اور یہ فرقہ پرستی کے خاتمے کے لیے تعلیم، میڈیا، مذہبی قیادت اور سول سوسائٹی کے کردار کے حوالے سے عملی تجاویز پیش کرتا ہے۔
- **"فرقہ واریت کی تاریخ، اسباب اور حل" (عارف اللہ واحد بخش)** : یہ ایم فل مقالہ Gomal University, ڈیرہ اسماعیل خان کے لیے پیش کیا گیا تھا، اور یہ فرقہ واریت کی تاریخی جڑوں، اس کے بنیادی اسباب (مذہبی، سماجی، سیاسی، معاشی) اور ممکنہ حل کا ایک جامع مطالعہ پیش کرتا ہے۔

یہ تمام مطالعات فرقہ واریت کے مسئلے کو مختلف زاویوں سے سمجھنے میں معاون ہیں، جن میں اس کے تاریخی پس منظر، سماجی و سیاسی اثرات، حکومتی ردعمل، اور اس کے خاتمے کے لیے عملی تجاویز شامل ہیں۔

اسلام میں فرقہ واریت کی تردید اور اتحاد کی پزیرائی

دین اسلام میں اتحاد اور اتفاق کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اکٹھا کرتے ہوئے نفرت اور عداوت کو ختم کیا اور سب کو ایک اللہ کے دین پر یکجا کیا۔

قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ارشاد باری ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا[(1)]

''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔''

''حَبْلِ اللهِ'' کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآنِ پاک حَبْلُ الله ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حَبْلُ الله سے جماعت مراد ہے۔[3] چنانچہ فرماتے ہیں کہ تم جماعت کو لازم کر لو کہ وہ حَبْلُ الله ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔[4]

یہ یاد رہے کہ جماعت سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر ''جماعتُ المسلمین'' نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے، اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر کل کوئی اپنا نام ''رسول'' رکھ کر بولے گا کہ قرآن نے جہاں بھی رسول کی اطاعت کا حکم دیا اس سے مراد میری ذات ہے لہٰذا میری اطاعت کرو۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ جَهلِ الْجَاهِلِينْ میں جاہلوں کی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ..[5]

اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے کی جنگیں جاری تھیں حتّٰی کہ اوس اور خزرج میں ایک لڑائی ایک سو بیس سال جاری رہی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی لیکن اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی

1- القرآن: ۳/۱۰۳۔
2۔ مسلم بن حجاج القشیری، **الجامع الصحیح** (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۱ء)، ۵/۱۳۱۳، رقم: ۲۴۰۸۔
3۔ سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الکبیر** (بیروت: مکتبہ ابن تیمیہ، ۱۹۸۳ء)، ۹/۲۱۲، رقم: ۹۰۳۳۔
4۔ نفسِ مصدر، ۹/۱۹۹، رقم: ۸۹۷۳۔
5۔ القرآن: ۳/۱۰۳۔

اور نبی کریم ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹادیں اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور جنگجو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنادیا ورنہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو دوزخ میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم ﷺ کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچالیا۔

اللہ پاک قرآن میں ایک اور مقام پہ فرماتا ہے:

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُؕ-وَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ”6

"اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور اُن میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

ارشاد فرمایا کہ آپس میں تَفرَّقَہ بازی اور اختلافات میں نہ پڑ جانا جیسا کہ یہود ونصاریٰ آپس میں اختلافات میں پڑ گئے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ عناد اور دشمنی راسخ ہو گئی یا آیت کا یہ معنٰی ہے کہ آپس میں اُس طرح اختلاف وافتراق میں نہ پڑ جانا جیسے تم زمانہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے وقت میں متفرق تھے اور تمہارے درمیان بُغض وعناد تھا۔

مذہبی اختلاف کی ابتداء کب ہوئی؟

اس مذہبی اختلاف کی ابتداء سے متعلق مفسرین نے کئی قول ذکر کئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے زمانہ تک لوگ ایک دین پر رہے پھر ان میں اختلاف واقع ہوا تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے کشتی سے اترنے کے وقت سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَامکے زمانے سے سب لوگ ایک دین پر تھے یہاں تک کہ عمرو بن لُحَیّ نے دین میں تبدیلی کی، اس قول کے مطابق ”اَلنَّاسُ“ سے مراد خاص عرب ہوں گے۔

6۔ القرآن: ۳/۱۰۵۔

بعض علماء نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ لوگ پہلی مرتبہ پیدائش کے وقت فطرتِ سلیمہ پر تھے پھر ان میں اختلافات ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی بناتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں اور حدیث میں فطرت سے فطرتِ اسلام مراد ہے۔[7]

بظاہر پہلا قول ہی درست ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر تیرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی کہ کفار کو مُہلت دی جائے گی اور ہر اُمت کے لئے ایک میعاد مُعَیَّن نہ کر دی گئی ہوتی یا اَعمال کی جزاء قیامت تک مؤخّر نہ فرمائی گئی ہوتی تو دنیا میں ہی ان کے درمیان ان کے باہمی اختلافات کا نُزولِ عذاب سے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ [8]

''وَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖۚ-فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْاۚ-اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ''(۲۰)

''اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔''

اہلِ باطل کا طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف مضبوط دلیل قائم ہوتی ہے اور وہ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس دلیل کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ وہ پیش ہی نہیں ہوئی اور یوں کہتے ہیں کہ دلیل لاؤ، تاکہ سننے والے اس مُغالَطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابلے میں اب تک کوئی دلیل ہی نہیں قائم کی گئی۔ اس طرح کفار نے حضور پُرنور ﷺ کے معجزات اور بالخصوص قرآنِ کریم جو کہ عظیم معجزہ ہے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ گویا کہ معجزات انہوں نے دیکھے ہی نہیں اور قرآنِ پاک کو وہ نشانی شمار ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ آپ اس سوال کے وقت فرما دیجئے کہ غیب اللہ عزوجل کے لئے ہے اب راستہ دیکھو، میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دلالتِ قاہرہ اس پر قائم ہے کہ تاجدارِ رسالت ﷺ پر قرآنِ پاک کا نازل ہونا بہت ہی عظیم الشّان معجزہ ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ انہی لوگوں میں پیدا ہوئے، ان کے درمیان پلے بڑھے، حضورِ اقدس ﷺ کے تمام زمانے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ کسی استاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآنِ کریم آپ پر ظاہر ہوا

7۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین** (بیروت: دار ابن کثیر، ۱۹۸۷ء)، ۴۶۶/۱، رقم: ۱۳۸۵۔

8۔ علی بن محمد البغدادی، **تفسیر الخازن** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۵ء)، ۳۰۷/۲۔

اور ایسی بے مثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نُزول بغیر وحی کے ممکن ہی نہیں، یہ قرآنِ کریم کے معجزۂ قاہرہ ہونے کی دلیل ہے اور جب ایسی مضبوط دلیل قائم ہے تو اِثباتِ نبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا، نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر ہے، چاہے کرے، چاہے نہ کرے تو یہ امر غیب ہوا اور اس کے لئے انتظار لازم آیا کہ اللہ عزوجل کیا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ یہ غیر ضروری نشانی جو کفار نے طلب کی ہے نازل فرمائے یا نہ فرمائے (اس کی مرضی لیکن بہر حال) نبوت تو ثابت ہو چکی اور رسالت کا ثبوت قاہر معجزات سے اپنے کمال کو پہنچ چکا۔[9]

اس آیت میں اہلِ باطل کا جو طریقہ بیان ہوا اس کی کچھ جھلک بعض اوقات ان افراد میں بھی نظر آتی ہے جو خود کو اہلِ علم مسلمانوں میں شمار کرنے کے باوجود مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر انتہائی شاطرانہ طریقے سے وار کرتے ہیں اور مسلمانوں کے دین وایمان کو برباد کرنے اور انہیں کفر و گمراہی کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب خوفِ خدا رکھنے اور مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ کی فکر کرنے والے علماء کی طرف سے ان کی علمی گرفت کی جاتی ہے تو وہ یہ کہہ کر لوگوں کی نظروں میں اس کی وقعت کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس گرفت کی کوئی ایسی اہمیت نہیں جس کا جواب دے کر اپنا قیمتی وقت ضائع کیا جائے۔ اے کاش! یہ اس بات پر غور کر لیں کہ علم کے باوجود ان کا مسلمانوں کے مُسلَّمہ عقائد و نظریات سے جدا راستے پر چلنا کہیں ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر تو نہیں۔

اتفاق کا حکم اور اختلاف کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت:

اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واجتماع کا حکم دیا گیا اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔"[10]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

9۔ محمد بن عمر الرازی، **التفسیر الکبیر** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء)، ۶/۲۳۰۔

10۔ محمد بن عیسیٰ الترمذی، **سنن الترمذی**، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، ۴/۶۸، رقم: ۲۱۷۳۔

''میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔[11]

آج کل جو فرقہ پیدا ہوتا ہے وہ اس حکم کی مخالفت کر کے ہی پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور حدیث کے مطابق وہ شیطان کا شکار ہے۔[12] اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ خیال رہے کہ نااتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہوگا جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے، جو اسلام کی راہ پر قائم ہے وہ مجرم نہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے:

''وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔۔۔''[13]

اس آیت میں بیان ہوا کہ مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور معین و مددگار ہیں اور حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ مسلمان اتفاق اور اتحاد میں ایک عمارت کی طرح ہیں، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''سارے مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو طاقت پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔[14]

اور حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں کی آپس میں دوستی، رحمت اور شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے، جب جسم کا کوئی عُضْو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہو جاتا ہے۔[15]

اسلام جو کہ انسانی زندگی کی قدم قدم پر راہ نمائی کرنے والا اور ایک اِعْتِدَال پسند بہت ہی پیارا دین ہے۔ اس کی آمد سے قبل انسانیت سسکتی ہوئی زندگی گزار رہی تھی۔ مختلف قوموں میں طرح طرح سے ظلم و بربریت پر مشتمل نظام چل رہے تھے۔ قبائل کی آپس میں جنگیں جاری تھیں، یہ جنگیں کئی کئی سالوں پر مشتمل ہوتیں حتیٰ کہ قبیلہ اَوس اور قبیلہ خَزرَج کے درمیان ایک ۱۲۰ سال جاری رہی۔

مگر جب اسلام آیا تو اس نے انسانی زندگی کو تحفظ عَطا فرمایا، مظلوموں کو انصاف عطا فرمایا، بے سہاروں کو سہارا عَطا فرمایا اور لڑنے والے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اسلام نے ہر پہلو سے انسانیت کی

11۔ محمد بن یزید القزوینی، **سنن ابن ماجہ**، کتاب الفتن، باب السواد الأعظم (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۵ء)، ۴/۳۲۷، رقم: ۳۹۵۰۔
12۔ طبرانی، **المعجم الکبیر**، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ۱/۱۸۶، رقم: ۴۸۹۔
13۔ القرآن: ۹/ ۷۱۔
14۔ بخاری، صحیح، کتاب المظالم والعصب، باب نصر المظلوم، ۲/ ۱۲۷، رقم: ۲۴۴۶۔
15۔ مسلم، **صحیح**، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم۔۔۔الخ، ۱۳۹۶، رقم: ۲۵۸۶۔

تربیت کی۔ اسی میں ہمیں یہ بھی سکھایا گیا کہ مسلمان اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں اتفاق قائم رکھیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

’’وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ ‘‘[16]

’’اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔‘‘

صدر الافاضل مولانا سید مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں باہمی تنازِعہ ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سَبَب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی تنازع سے محفوظ رہنے کی تدبیر خدا اور رسول کی فرمانبرداری اور دین کا اتباع ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

’’[17]

’’اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔‘‘

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تمام معاملات میں خصوصاً جہاد اور دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے میں اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اور باہمی اختلافات سے بچیں جیسا کہ اُحد میں بعض مسلمانوں نے بعض کی مخالفت کی، کیونکہ باہمی تَنازع ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سبب ہے۔[18]

مسلمان باہمی اختلاف سے بچیں اور اتحاد کا راستہ اختیار کریں

اس آیت کا حکم تو جنگ کے بارے میں ہے لیکن عمومی حالات میں بھی مسلمانوں کو باہمی اختلاف سے بچنا چاہیے اور اتفاق و اتحاد کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ کفار کے ممالک تو آپس میں متحد ہیں لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد نظر نہیں آتا بلکہ ان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ اگر کفار کسی مسلمان ملک پر ظلم و ستم کریں تو دوسرے ملک کے مسلمان اپنے مسلم بھائیوں کا ساتھ دینے اور ان کافروں کے خلاف بر سر پیکار ہونے کی بجائے وہ بھی کافروں کا ساتھ دیتے ہیں۔

اللہ پاک کے مذکورہ فرامین کی روشنی میں ہمیں اتفاق کو زندگی کا حصہ بنا لینا چاہئے اور اپنے تمام تر مُعَامَلات میں ذاتی فائدے کے بجائے اُمَّت کے اجتماعی فائدے کو مدِّ نظر رکھنا چاہئے اور دِیْن کی خِدْمَت کے لئے وَقْت دینا چاہئے کیونکہ آج کے دور میں اُمَّت کی بہتری کے لئے وقت دینا اور اپنی اور دیگر لوگوں کی اصلاح کو اپنا

16۔ القرآن: ۸/۴۶۔

17۔ القرآن: ۳/۱۰۵۔

18۔ بغدادی، **تفسیر خازن**، ۲/۲۰۰۔

مقصدِ حیات بنانا بہت ضروری ہے۔اس لئے کہ ہر طرف سے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

مسلمان علمِ دِین سے دُور اور عملی طور پر بہت کمزور ہو چکے ہیں،اس لئے اب ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اِتّفاق اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مضبوط جِدّ و جُہد کا آغاز کریں اور مُعاشَرے کو تباہ کرنے والے گناہوں کے سیلاب کے سامنے ایک مضبوط بندھ باندھ دیں۔ ظاہِر ہے جتنے افراد مل کر کوشش کریں گے اتنی جلدی اور بہترین فوائد ملیں گے۔یاد رکھیے! فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

> ”سارے مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں، جس کا ایک حِصّہ دوسرے کو طاقت پہنچاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔“[19]

باہمی اختلافات کے نقصانات زمانے میں ظاہر ہیں، جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ جہاں نااتفاقی ہوتی ہے، وہاں دینی کام ٹُوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ بعض نادان ایک دوسرے سے بد ظن ہو جاتے ہیں اور یوں کئی گناہوں کا سلسلہ شروع ہونے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بِلااِجازَتِ شرعی بدگمانی میں مبتلا ہونا، بہتان یعنی اِلزام تراشی کرنا، غیبت کی آفَت میں مبتلا ہونا۔اس کے علاوہ دینی کاموں کے ذریعے جن گناہوں کو خَتْم کرنے اور کروانے کی سعادت مل رہی تھی،اس سے محرومی ہو جاتی ہے اور ہمارا دشمن شیطان کامیاب اور خوش ہوتا ہے۔

انتشارِ امت کے اسباب ووجوہات اور انکا حل:

اس وقت امت مسلمہ میں جو مذہبی واخلاقی اور مختلف طرح کے لڑائی جھگڑے جنم لے رہے ہیں۔ اس ایک سبب یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کو سمجھانا چھوڑ دیا اور تنقید کو شروع کر دیا۔اصول تو یہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی بھی برائی یا عیب نظر آئے تو اس میں بھلائی چاہتے ہیں تو اس کے پاس جا کر محبت سے سمجھایا جائے۔ نیکی کی دعوت دی جائے۔اصلاح کا سامان کیا جائے۔یعنی یوں کہا جائے کہ "عدمِ دعوتِ خیر "اور عدمِ منعِ شر" بڑے سبب ہیں انتشارِ امت کے۔اب اس کے متعلق قرآن وحدیث کی رائے کیا ہے؟ کیا واقعی یہ امور انتشار کا سبب ہیں؟ ملاحظہ ہو:

اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے،چونکہ یہ بہترین امت ہے،اس لئے اس امت کا اتفاق واتحاد بہت بڑی دلیلِ شرعی ہے۔جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے۔چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

19۔ مسلم، صحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المومنین،۱۰۰۱،رقم:۲۵۸۶۔

’’وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا‘‘

’’اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے سے جدا راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔‘‘

ترمذی شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔‘‘[20]

اس حدیث میں ہمارے آقا ﷺ کی امت کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالَمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، لیکن ان کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ حضور سیدُالمرسلین ﷺ کی امت کا افضل ہونا دائمی ہے۔

نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب اور عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو اس نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو اس منصب سے سرفراز فرما دیا اور اس عظیم خوبی کی وجہ سے انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا، لٰہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بقدرِ توفیق نیکی کی دعوت دیتا اور برائی سے منع کرتا رہے۔ احادیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس سے متعلق چند احادیث درج ذیل ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

’’حضور پرنور ﷺ سے عرض کی گئی: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی زیادہ کرنے والا، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا اور سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا (سب سے بہتر ہے)۔‘‘ [21]

ایک اور حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو نہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے ہیں نہ شہداء میں سے، لیکن قیامت کے دن انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہداء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام دیکھ کر رشک کریں گے، وہ لوگ نور کے منبروں پر

20۔ ترمذی، سنن، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ۴/۶۸، رقم: ۲۱۷۳۔
21۔ احمد بن حسین، شعب الایمان (دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء)، ۶/۲۲۰، رقم: ۷۹۵۰۔

ہوں گے۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا" یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں اور وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے زمین پر چلتے ہیں۔ میں نے عرض کی: وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آ رہی ہے) لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ کیسے بناتے ہیں؟ ارشاد فرمایا" وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں تو جب لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے۔"[22]

اگر اہلِ کتاب بھی سیدُالانبیاء، محمد مصطفٰی ﷺ پر ایمان لے آتے تو ان کیلئے بھی بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان والے ہوئے، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔

"لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًىؕ وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ"

"وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔"

یہودیوں میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم، یہودیوں کے سرداران کے دشمن ہو گئے تھے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[23] اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کر دیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ اِن مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا اور یہودیوں کا انجام ذلت و رسوائی ہوگا۔ اور اگر یہ اہلِ کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے۔ یہ غیبی خبریں ایسی ہی واقع ہوئیں۔ بعد میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی اور یوں یہ غیبی خبر پوری ہوئی۔

"ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُؕ-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّؕ-ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ"

22۔ علی بن حسام الدین، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۸۹ء)، ۲/۲۷۳، رقم: ۵۵۴۸۔

23۔ محمد بن احمد الانصاری، **الجامع لاحکام القرآن** (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، ۱۹۶۴ء)، ۲/۱۳۵۔

''ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے یہ اس لئے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔''

اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی لازم کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثناء بھی ہے''اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ''سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔اِستثناء کے آنے سے معنی یہ بن گیا کہ (یہودی) ذلت و خواری سے کسی صورت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللہ عزوجل کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد وپیمان کریں،اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پا سکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔

فی زمانہ اگر دنیا کے کسی خطے میں کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت وجود میں آئی ہے تو اس حکومت کا قائم ہونا قرآنِ کریم یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآنِ کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے کہ بحسب اِستثناء ''وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ''صدیوں سے ذلیل وخوار یہودیوں کی ایک جماعت کو دنیاوی عزت مل گئی۔

دوسری وجہ

مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واجتماع کا حکم دیا گیا اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرورِ کائناتﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔''[24]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی،جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔''[25]

24۔ ترمذی، **سنن**، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ۶۸/۴، رقم: ۲۱۷۳۔

25۔ ابن ماجہ، **سنن**، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۳۲۷/۴، رقم: ۳۹۵۰۔

آج کل جو فرقہ پیدا ہوتا ہے وہ اس حکم کی مخالفت کر کے ہی پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور حدیث کے مطابق وہ شیطان کا شکار ہے۔[26] اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ خیال رہے کہ نااتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہوگا جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے، جو اسلام کی راہ پر قائم ہے وہ مجرم نہیں۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۔ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(۱۰۶)

''جس دن کچھ منہ اونجالے (چمکتے) ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ''

یہاں آیات میں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہلِ ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ ''کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

یہاں فرمایا کہ ''ایمان کے بعد کافر ہوئے تھے'' اس سے اگر تمام کفار کو خطاب ہے تو اس صورت میں ایمان سے روزِ میثاق کا ایمان مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' تو سب نے **'' بَلٰی''** یعنی ''کیوں نہیں'' کہا تھا اور ایمان لائے تھے۔ اب جو دنیا میں کافر ہوئے تو اُن سے فرمایا جاتا ہے کہ ''روزِ میثاق ایمان لانے کے بعد تم کافر ہوگئے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا تھا اور ان کے دل منکر تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہا کہ اس سے مراد اہلِ کتاب ہیں جو رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے تو حضورِ اقدس ﷺ پر ایمان لائے اور ظہور کے بعد آپ ﷺ کا انکار کر کے کافر ہوگئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے مخاطب مرتدّین ہیں جو اسلام لا کر پھر گئے اور کافر ہوگئے۔[27] ان سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا مزہ چکھو۔

''وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ''

''اور وہ جن کے منہ اونجالے (روشن) ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ جنت میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ لہذا ہمیں معلوم ہوا کہ ہم جماعتِ اہلسنت کو لازم پکڑیں۔ انہیں کی کتب، انہیں کے اجلاس و محافل میں شرکت اور انہیں کی ویوز بیانات دیکھیں۔ غیروں کی طرف التفات گمراہی کی جانب لے جاتا ہے۔

26۔ طبری، **معجم الکبیر**، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ۱/۱۸۶، رقم: ۴۸۹۔

27۔ خازن، **تفسیر خازن**، ۱/۲۸۶۔

اختلاف کی وجوہات از امام غزالی

امام غزالی فرماتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم، رسولِ مُحتشم ﷺ کے بعد خلافت کا سہرا خلفائے راشدین مہدیین کے سر سجا۔ یہ حضرات عالم باللہ تھے۔ احکاماتِ الٰہیہ کو سمجھتے تھے۔ مقدّمات کے فیصلوں میں فتاویٰ کے ماہر تھے۔ فقہاسے کم ہی مدد لیتے تھے سوائے ان واقعات کے جن میں مشورے کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ اس لئے علماعلمِ آخرت کے لئے فارغ ہوتے اور محض اس میں مشغول رہتے تھے۔ یہ حضرات فتاویٰ اور لوگوں کے دنیوی احکام کو دوسروں کی طرف ٹال دیتے اور مکمل طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہتے جیسا کہ ان کی سیرتوں میں منقول ہے۔ پھر ان کے بعد جب حکومت نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں آئی جو فتاویٰ اور احکام میں غیر مستقل تھے تو وہ فقہاسے مدد لینے اور احکامات جاری کرنے میں ان سے فتوے لینے کے لئے ہر وقت ان کو اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور ہو گئے۔

اس وقت کچھ تابعی علمائے کرام رحمہم اللہ موجود تھے جو پہلے کے طور طریقوں پر کاربند تھے۔ خالص دین سے وابستہ تھے۔ ہمیشہ علمائے سلف کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ جب انہیں طلب کیا جاتا تو بھاگ جاتے اور رُخ پھیر لیتے جس کی وجہ سے حکمرانوں کی مجبوری بن گئی کہ وہ انہیں طلب کریں اور قضاودیگر حکومتی عہدوں کے لئے اصرار کریں۔ جب اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ علماکا اس قدر مقام ومرتبہ ہے اور حکمرانوں کا طبقہ ان کی طرف متوجہ ہے حالانکہ وہ ان سے اعراض کرتے ہیں تو وہ حکمرانوں کی طرف سے عزت اور مقام ومرتبہ پانے کے لئے طلبِ علم میں مشغول ہو گئے۔[28]

علمِ فتاویٰ میں منہمک ہو گئے اور اپنے آپ کو حکمرانوں کے سامنے پیش کر کے انہیں اپنا تعارف کروایا اور ان سے انعامات اور عہدوں کے مطالبات کئے۔ چنانچہ،

ان میں سے کئی تو محروم رہے اور کئی کامیاب ہوگئے لیکن جو کامیاب ہوئے وہ بھی مانگنے اور طفیلی ہونے کی ذلت ورسوائی سے دامن نہ بچا سکے۔ بس پھر فقہا جو پہلے مطلوب تھے، اب طالب بن گئے۔ پہلے حکمرانوں سے منہ موڑ کر معزز تھے اب ان کی طرف متوجہ ہو کر ذلیل ہو گئے۔ مگر یہ کہ ہر زمانے میں ایسے علمائے دین ہوئے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے۔

الغرض اس زمانے میں لوگوں کی زیادہ تر توجہ فتاویٰ اور مقدمات کے فیصلوں کے علم کی طرف رہی کیونکہ حکمرانوں کو

28۔ محمد غزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء)، ۱/۱۰۱۔

اس کی سخت حاجت تھی پھر ان کے بعد کچھ اُمرا اور رئیس ایسے ظاہر ہوئے جو عقائد کے قواعد میں لوگوں کی گفتگو سنتے۔ ان کے دل عقائد کے دلائل سننے کی طرف مائل ہوئے اور علمِ کلام میں مناظرہ و مجادلہ کی طرف ان کی رغبت غالب ہو گئی تو لوگ علمِ کلام میں منہمک ہو گئے۔ اس میں کثیر کتابیں لکھ ڈالیں، مناظرے کے طریقے مرتب کر دیئے اور گفتگو میں مخالف کی بات توڑنے کے گر نکالے اور گمان یہ کیا کہ ان کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی حمایت، سنت کی حفاظت اور بدعت کی بیخ کنی ہے جیسا کہ ان سے پہلوں کا گمان تھا کہ ہمارا فتاویٰ میں مشغول ہونے اور احکامِ مسلمین کا کفیل ہونے کا مقصد لوگوں کی خیر خواہی کرنا اور ان پر شفقت کرنا ہے۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ ظاہر ہوئے جنہوں نے علمِ کلام میں غور و خوض کرنے اور اس میں مناظرے کا دروازہ کھولنے کو درست نہ سمجھا کیونکہ اس کے سبب لوگوں میں سخت تعصُّب اور جھگڑوں کی فضا قائم ہو گئی تھی اور نوبت خونریزی اور شہروں کی بربادی تک آپہنچی تھی، اس لئے ان کے دل فقہ میں مناظرہ کرنے اور خاص طور پر فقہ شافعی و فقہ حنفی میں کس کی بات اَولیٰ ہے، اسے بیان کرنے کی طرف مائل ہو گئے تو لوگ علمِ کلام اور فنونِ علم کو چھوڑ کر بالخصوص حضرت سیدنا امام شافعی اور حضرت سیدنا امام اعظم کے مابین اختلافی مسائل پر توجُّہ دینے لگے اور حضرت سیّدُنا امام مالک، حضرت سیّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل رحمۃاللہ علیہ وغیرہ ائمہ کے درمیان اختلافی مسائل کو نظر انداز کر دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ ان کا مقصد شریعت کی باریکیوں کا استنباط، مذہب کی علتوں کو ثابت کرنا اور فتاویٰ کے اصول تیار کرنا ہے۔

اس سلسلے میں انہوں نے کثیر کتابیں لکھیں، اجتہادات کئے اور مناظرے کی اقسام و تصانیف کو مرتب کیا، وہ اب (یعنی امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ کے دور) تک اسی حالت پر ہیں اور ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے بعد کے زمانوں میں کیا حالات ہوں گے۔ اختلافی مسائل اور مناظروں میں لوگوں کے مشغول ہونے کی یہی وجہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر دنیاداروں کے دل کسی دوسرے امام کے ساتھ اختلاف یا کسی دوسرے علم کی طرف مائل ہوتے ہیں تو لوگ بھی ان کے ساتھ اسی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور یہ بہانہ کرنے سے باز نہیں آتے کہ جس میں وہ مشغول ہیں وہ علمِ دین ہے اور ان کا مقصد صرف اللہ رب العالمین کا قرب حاصل کرنا ہے۔

انتشار میں حق کی پہچان کا طریقہ

اسلام میں آج بہت سے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو حق کہتا ہے اور ہر ایک قرآن سے اپنا مذہب ثابت کرتا ہے۔ قرآن سے پوچھو کہ سچا مذہب کون ہے وہ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[29]

"اے مسلمانو ! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو"

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ(۵) صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[30]

"ہم کو سیدھے رستے کی ہدایت دے اور ان کا رستہ جن پر تونے انعام کیا"

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ[31]

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم ان ہی کی راہ پر چلو۔

اور ایسے ہی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تم پر نگہبان گواہ ہیں۔ ان مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ سچے مذہب کی پہچانیں دو ہیں ایک تو یہ کہ اس مذہب میں سچے لوگ یعنی اولیاء اللہ، صالحین، علماء ربانی ہوں، دوسرے یہ کہ وہ عام مومنین کا مذہب ہو، چھوٹے چھوٹے فرقے جن میں اولیاء صالحین نہیں وہ غلط راستے ہیں اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے

"اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ"[32]

"بڑے گروہ کی پیروی کرو"

یعنی حضور ﷺ کے زمانہ سے اب تک جس مذہب پر عام مسلمان رہے ہوں وہ قبول کر

خلاصہ بحث

یہ تحقیقی مطالعہ فرقہ واریت کے پیچیدہ اور کثیر الجہتی مظہر کا ایک جامع جائزہ پیش کرتا ہے، جو معاشروں میں گہری تقسیم، تنازعات اور اجتماعی ترقی میں رکاوٹوں کا باعث بنتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد فرقہ واریت کی بنیادوں کو غیر جانبدارانہ اور پیشہ ورانہ انداز میں سمجھنا ہے، جس میں نہ صرف تاریخی، مذہبی اور فقہی اختلافات شامل ہیں بلکہ سماجی، سیاسی اور معاشی محرکات کا بھی گہرائی سے تجزیہ کیا گیا ہے جو فرقہ وارانہ شناختوں کو مضبوط کرتے ہیں۔

تحقیق کا ایک اہم حصہ فرقہ واریت کا فکری رد تلاش کرنا ہے، جس کے تحت ان علمی، مذہبی اور سماجی کاوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے جو فرقہ وارانہ تقسیم کو کم کرنے اور اتحاد بین المسلمین و رواداری کو فروغ دینے کے لیے

29۔ القرآن: ۹/۱۱۹۔

30۔ القرآن: ۱/۵،۶۔

31۔ القرآن: ۶/۹۰۔

32۔ محمد بن عبداللہ الحاکم، **المستدرک علی الصحیحین**، کتاب العلم، باب من شذ شذ فی النار (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۲ء)، ۱/۳۱۷، رقم: ۴۰۴۔

کی گئی ہیں۔ یہ مطالعہ سماجی ہم آہنگی، دینی بصیرت اور اجتماعی ترقی کے لیے فرقہ واریت کے خاتمے کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔

اس تحقیق کا ہدف کسی ایک فرقے کی تائید کے بجائے تنازعات کے خاتمے اور امن و استحکام کے لیے فرقہ واریت کے اسباب اور اس کے ممکنہ حل پر ایک غیر جانبدارانہ علمی مکالمہ شروع کرنا ہے۔ یہ مطالعہ عقائد، فکر، معاشرتی اصلاح، معاشی عوامل اور سیاسی محرکات کے باہمی تعلق کو سمجھتے ہوئے ایک پر امن اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے نئی راہیں ہموار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سفارشات

فرقہ واریت پر مزید تحقیقی کام کے لیے درج ذیل شعبوں میں گہرائی سے مطالعہ کی سفارش کی جاتی ہے:

- **نئے اسباب کا جائزہ** :سوشل میڈیا کے کردار، غیر ریاستی عناصر کی فنڈنگ اور علاقائی سیاست کے فرقہ واریت پر اثرات کی تحقیق۔
- **مؤثر فکری رد** :بین المسالک مکالمے، تعلیمی نصاب میں رواداری کے فروغ اور فکری رہنماؤں کی تربیت کے طریقوں پر کام۔
- **معاشی و سماجی اثرات** :فرقہ واریت کے معاشی ناہمواری اور نفسیاتی صحت پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ۔
- **کامیاب ماڈلز کا تجزیہ** :بین الاقوامی اور مقامی سطح پر فرقہ واریت کے خاتمے کے کامیاب طریقوں کا تقابلی مطالعہ۔

Bibliography

1. *Al-Qurʾān*.
2. Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath al-Sijistānī. *Sunan Abī Dāwūd*. Beirut: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, 2009.
3. al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 2002.
4. Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar. *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*. Beirut: Dār Ṭayyibah li'l-Nashr wa'l-Tawzīʿ, 1999.
5. al-Ḥākim al-Nīsābūrī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh. *al-Mustadrak ʿalā al-Ṣaḥīḥayn*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2002.
6. Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, n.d.
7. al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb. *Sunan al-Nasāʾī*. Aleppo: Maktab al-Maṭbūʿāt al-Islāmiyyah, 1986.
8. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, 1964.
9. al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān*. Cairo: Dār Hajar li'l-Ṭibāʿah wa'l-Nashr wa'l-Tawzīʿ, 2001.
10. al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. *Sunan al-Tirmidhī*. Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998.
11. Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Mājah*. Riyadh: Dār al-Salām, 2000.
12. ʿAbd al-Qādir ibn Shaykh ibn ʿAbd Allāh al-Ḥusaynī al-Ḥaḍramī al-Yamanī al-Hindī. *al-Nūr al-Ṣāfir ʿan Akhbār al-Qarn al-ʿĀshir*. Beirut: Dār Ṣādir, 1st ed., 2001.